آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنے

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۸ مئی ۱۹۱۹ء نمبر ۵

مطابق شعبان ۱۳۳۷ھ

ہمارا آقا صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت خلیفۃ المسیح اول شاہی حکیم مولانا مولوی نور الدین صاحب کی مجرب ادویات

سرمہ لاثانی کمزوری آنکھ۔ دھند۔ جالا۔ سرخی چشم۔ ضعف بصارت۔ آنسوؤں کا جاری رہنا۔
ان امراض کا لاثانی سرمہ۔ قیمت ۶ ماشہ ۸ عہ

سرمہ برقی۔ کمزوری آنکھ۔ خارش آنکھوں سے پانی کا آنا۔ دھند قیمت ۶ ماشہ عہ ر

حب اکسیر جنین۔ اٹھرا کی بیماری کا مجرب المجرب علاج۔ اٹھرا یعنی حمل کا گر جانا بچہ کا مردہ پیدا ہونا۔ قیمت فی تولہ عہ

مومیائی۔ بدن کی طاقت کیلئے اکسیر۔ تمام قوتوں کا مجموعہ۔ کیسی ہی کمزوری ہو اس کے استعمال سے رفع ہو جاتی ہے۔ قیمت فی تولہ عہ

معجون مسکی۔ بدن کی زردی۔ کمی خون۔ دل کا دھڑکنا۔ معدہ کی کمزوری۔ سانس کا پھولنا۔ ان بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ قیمت ۴ تولہ عہ ر

حب سعال۔ وہ خشک کھانسی جو آرام لینا کالعدم کردے اور کھانستے کھانستے سینہ درد کرے۔ چند گولیوں کے کھانے سے آرام ہو جاتا ہے۔ ۴ درجن عہ ر

حب اصفر۔ مرطوب کھانسی کی ضامن۔ نزلہ۔ زکام۔ بلغمی تپ اسکے استعمال سے کافور ہو جاتا ہے فی درجن ۶ ر

حب جانا۔ تمام بدن کی کھوئی ہوئی طاقت کا واپس لانا انکا فرض عین ہے کمی خون کو چند یوم میں پورا کردینا انکا منصب ہے تمام پٹھوں کی کمزوری کیلئے انکے اندر برقی تماشا ہے دماغ کی قوت میں بے مثل ہیں نسیان کو دور کرنا انکے ہاتھ کا کھیل ہے منگواؤ اور فائدہ اٹھاؤ۔ ۲۰ گولیاں عہ

تریاق معدی۔ درد شکم۔ قراقر۔ بدہضمی۔ متلی۔ قے۔ نفخ۔ کمزوری معدہ۔ غذا کا ہضم نہ ہونا ترش ڈکاروں کا آنا۔ ان امراض کے لئے تحفہ کا غانی ہے۔ فی شیشی ۱۲ ر

مرہم۔ پرانے اور نئے اور گندے سے گندے زخم چند یوم کے استعمال سے اچھے ہو جاتے ہیں۔ ڈبیہ ۱۲ ر

ملنے کا پتہ:۔ نظام جان عبد الرحمٰن کاغانی۔ قادیان ضلع گورداسپور

گذشتہ سے پیوستہ

بقیہ باب چہارم

ہجرت حبشہ
رجب ۵ سنہ نبوی

جب مسلمانوں کی تکلیف انتہا کو پہنچ گئی اور قریش اپنی شرارتوں اور ایذارسانی میں ترقی کرتے گئے تو آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو فرمایا کہ وہ حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ حبشہ افریقہ میں ایک پہاڑی ملک ہے جسے انگریزی میں ابی سینیا کہتے ہیں۔ وہاں عیسائیوں کی سلطنت تھی (جیسا کہ اب بھی ہے) اور وہاں کا بادشاہ نجاشی کہلاتا تھا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کے فرمانے پر بعثت نبوی کے پانچویں سال رجب کے مہینہ میں شروع شروع میں گیارہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ ان میں سے زیادہ معروف یہ نام ہیں حضرت عثمانؓ بن عفان اور ان کی زوجہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلعم۔ عبدالرحمنؓ بن عوف۔ زبیرؓ بن العوام۔ ابوحذیفہؓ بن عتبہ۔ عثمانؓ بن مظعون۔ مصعبؓ بن عمیر۔ عبداللہ بن مسعود۔ اور ابوسلمہؓ مع اپنی زوجہ ام سلمہ کے۔

جب یہ مہاجرین مکّہ سے نکلکر جدّہ پہنچے تو اللہ کا ایسا فضل ہوا کہ ان کو جاتے ہی ایک جہاز مل گیا جو حبشہ کی طرف روانہ ہونے کو تیار تھا چنانچہ یہ سب بامن سوار ہوگئے۔ قریش نے پیچھا کیا مگر جب ان کے آدمی ساحل پر پہنچے تو جہاز روانہ ہوچکا تھا اس لئے خائب و خاسر لوٹ آئے۔ حبشہ میں پہنچکر مسلمان مہاجرین کو نہایت امن کی زندگی نصیب ہوئی اور قریش کے مظالم سے چھٹکارا ہوا ؛

قریش کے اسلام کی جھوٹی افواہ اور بعض مہاجرین کی واپسی

لیکن ابھی ان کو وہاں گئے کوئی بڑا عرصہ نہ گذرا تھا کہ ایک افواہ اُڑتی ہوئی ان تک پہنچی کہ تمام قریش مکّہ اسلام لے آئے ہیں اور نبی کریم صلعم اور ان کے درمیان بالکل صلح ہوگئی ہے۔ اس خبر کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیئے تھا کہ تمام مہاجرین حبشہ واپس آجاتے مگر خبر گذری کہ سب نہیں آئے بلکہ بعض نے اسے یقین نہیں کیا اور مزید اطلاع کے منتظر رہے لیکن بعض نے جلدی کی اور واپس آگئے۔ جب یہ لوگ مکّہ کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی اسلئے انمیں سے بعض تو وہیں سے واپس ہوگئے اور اکثر چھپ چھپ کر مکّہ میں آگئے ؛

یہ افواہ کیوں مشہور ہوگئی ؟ اس سوال کے جواب میں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اوّل تو یہ قطعاً ضروری نہیں ہوتا کہ ہر افواہ کی تہ میں کوئی نہ کوئی سچّی بنیاد ہو ہم روزانہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ بیسیوں ایسی باتیں مشہور ہوجاتی ہیں جن کی قطعاً کوئی بنیاد نہیں ہوتی بلکہ صرف دشمنی کی غرض سے یا لوگوں میں شور پیدا کرنے کی غرض سے یا اور کسی غرض سے مشہور کردی جاتی ہیں حالانکہ وہ بالکل غلط اور بے بنیاد ہوتی ہیں۔ ابھی اسی جنگ میں ہم نے دیکھا ہے کہ ہزاروں جھوٹی باتیں مشہور ہوتی رہتی تھیں جن کی قطعاً کوئی بنیاد نہ ہوتی تھی۔ غرض یہ اصول ہی غلط ہے کہ ہر افواہ کی کوئی نہ کوئی سچّی بنیاد ہوتی ہے اور ہمارا مشاہدہ اس کو جھوٹا ثابت کر رہا ہے۔ پس جب یہ اصول ہی غلط ٹھیرا تو قطعاً کوئی حرج لازم نہیں آتا اگر ہم یہ کہیں کہ یہ افواہ بالکل بے بنیاد

اور سرا سر جھوٹی تھی۔

مگر ہم اس افواہ کو بالکل بے بنیاد نہیں کہتے بلکہ ہمارے نزدیک اسکی ایک بنیاد موجود ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے مگر بوجہ کتب تاریخ میں نہ آنے کے عام طور پر مورخین کی نظر سے پوشیدہ رہی ہے۔ بخاری میں آتا ہے "ایک دفعہ آنحضرت صلعم صحن کعبہ میں سورۃ النجم کی آیات تلاوت فرمارہے تھے۔ جب آپ نے سورۃ ختم کرنے پر سجدہ کیا تو قریش نے بھی سجدہ کیا"۔ قریش نے کیوں سجدہ کیا؟ اسکے متعلق شارحین عام طور پر دو وجوہات لکھتے ہیں اور دونو معقول ہیں:۔

اوّل جب نبی کریم صلعم نے نہایت پُر اثر آواز میں کلام الٰہی کی تلاوت کی تو کفار کے قلوب پر بھی اس کا خاص اثر ہوا اور چونکہ وہ اللّٰہ کی ہستی کے منکر نہ تھے بلکہ باوجود بُت پرست ہونے کے اللّٰہ کے قائل تھے اس لئے جب آنحضرت صلعم نے سورۃ ختم کرنے پر سجدہ کیا تو قریش نے بھی آپ کی اتباع میں سجدہ کیا۔ اور یہ کوئی تعجب انگیز امر نہیں۔ قریش اللّٰہ تعالیٰ کو سجدہ کیا ہی کرتے تھے اور اس موقع پر ان کا سجدہ کرنا یہ نہیں ظاہر کرتا کہ انہوں نے بُت پرستی ترک کردی بلکہ بُت پرست رہ کر بھی یہ سجدہ ان کے لئے جائز تھا کیونکہ وہ باوجود بُت پرست ہونے کے اللّٰہ کو مانتے تھے۔ پس جب انہوں نے ایک نہایت پُر اثر کلام سُنا جس میں اللّٰہ کی تعریف کی گئی تھی تو انپر ایسا اثر ہوا کہ آنحضرت صلعم کے سجدہ کرنے پر وہ بھی بے اختیار سجدہ میں گر گئے ٭

دوسرے یہ بھی بالکل قرین قیاس ہے کہ قریش نے نبی کریمؐ کی اتباع میں نہیں بلکہ آپؐ کے مقابلہ پر سجدہ کیا ہو کیونکہ ان کو آپؐ کی ہر بات سے حسد تھا۔ پس جب آنحضرت صلعم نے اللّٰہ کی بڑائی ظاہر کرنے کی غرض سے سجدہ کیا تو انہوں نے اپنے بتوں کی بڑائی ظاہر کرنے کے لئے سجدہ کیا اور اس کی مزید تحریک اس طرح پر ہوگئی کہ سورۃ النجم میں عرب کے مشہور بتوں لات۔ مناۃ

اور عزّیٰ کا بھی ذکر آتا ہے پس جب آنحضرتؐ نے اللہ کی تعظیم میں سجدہ کیا تو قریش نے آپؐ کے مقابلہ میں اِن بتوں کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے سجدہ کیا۔✽

✽ حاشیہ
ایک سراسر جھوٹا قصہ

بعض مورخین مثلاً طبری اور ابن اسحٰق اس افواہ اور سجدہ کی وجہ بیان کرتے ہوئے ایک عجیب قصہ نقل کرتے ہیں جسکا ماحصل درج ذیل ہے:-

آنحضرت صلعم کو چونکہ اس بات کا ازحد شوق تھا کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی بات نازل کرے جو قریش کی منافرت کو دُور کرنے والی ہو اسلئے جب سورۃ النجم کی آیات تلاوت فرماتے ہوئے آپؐ ان آیات پر پہنچے کہ افرایتم اللّات والعزّیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ تو جھٹ شیطان نے آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری کردیئے کہ تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی۔ یعنی لات۔ عزیٰ اور منات بڑے بڑے جلیل القدر بُت ہیں اور انکی شفاعت کی امید رکھنی چاہیئے،، جب قریش نے یہ آیات سنیں تو وہ خوش ہوگئے کہ ان کے بتوں کی عظمت اور قوّت مان لی گئی ہے چنانچہ جب آنحضرتؐ نے سورۃ ختم کرنے پر سجدہ کیا تو انہوں نے بھی آپؐ کی اتباع میں سجدہ کیا اور اس طرح پر گویا صلح صفائی ہوگئی۔ لیکن جلدی ہی جبرائیل آنحضرت صلعم کے پاس آیا اور آپ کو آپؐ کی غلطی سے آگاہ کیا اور شیطان کی القاکردہ آیات کے بدلے میں الٰہی کلام آپ پر وحی کیا جواب قرآن شریف میں موجود ہے اور اس طرح قریش پھر ناراض ہوگئے۔ لیکن چونکہ قریش کے ساتھ آپؐ کی صلح صفائی کی خبر نکل چکی تھی اور پھیل گئی تھی اس لئے پیشتر اس کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ اس کی تردید ہوسکے وہ حبشہ میں بھی پہنچ گئی اور اس طرح پر بعض مہاجرین واپس آگئے:

یہ وہ قصہ ہے جو اس موقعہ پر بعض مورخین درج کرتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کسی تاریخی واقعہ کے متعلق چھان بین کے صرف دو طریقے ہیں:-

اوّل علم روایت یعنی یہ دیکھنا کہ کن کن راویوں کے ذریعہ سے ہم تک وہ بات پہنچی ہے اور وہ راوی اپنے حافظہ اور فہم اور راست گفتاری وغیرہ کے لحاظ سے کس حد تک

خیر جب سورۃ النجم کی تلاوت کے بعد آنحضرت صلعم نے سجدہ کیا تو قریش نے بھی سجدہ کیا اور چونکہ اس طرح ایک ظاہری شکل اتحاد فی الصورت کی قائم ہوگئی تھی

بقیہ حاشیہ - قابل اعتماد ہیں - کیونکہ اگر کوئی واقعہ ہم تک ایسے راوی کے ذریعہ پہنچا ہے جس کا حافظہ کمزور ہے یا جس کا فہم ناقص ہے یا جس کی راست گفتاری مشتبہ ہے یا جو دوسرے سے سُنی سُنائی بات بغیر تحقیق کرنے کے رپورٹ کر دینے کا عادی ہے یا جس میں مبالغہ کی عادت ہے یا جو خلاصہ نکالکر رپورٹ کرتا ہے یا جو لفظی روایت کی پروا نہیں کرتا اور صرف (اپنی سمجھ کے مطابق) معنوی روایت کر دیتا ہے یا مجہول الحال ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ کیسا آدمی ہے یا جو اور کسی طرح سے مطعون ہے وغیرہ وغیرہ تو ہم اس واقعہ کی صحت کا ہرگز ہرگز یقین نہیں کر سکتے جب تک کہ کوئی زبردست شواہد اسکی تائید میں نہ ہوں ٭

دوسرا طریقہ درایت ہے یعنی یہ دیکھنا کہ عقلاً کسی واقع کی سچائی کہاں تک قابل قبول ہے - درایت میں بھی علم روایت کی طرح کئی پہلو سے واقعات پر نظر ڈالی جاتی ہے ٭

غرض تاریخی تحقیقات کے یہی دو طریق ہیں اور ان دو کے علاوہ تیسرا کوئی طریق نہیں - لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ واقعہ دو طرح سے غلط ثابت ہوتا ہے یعنی علم روایت کی رو سے اسکی سند مجروح ہے اور ہرگز قابل قبول نہیں جیسا کہ بعض کبار محدثین مثلاً بیہقی - قاضی عیاض علامہ عینی و علامہ نووی وغیرہ نے کھولکر لکھا ہے اور بدلائل اسکو غلط اور موضوع ثابت کیا اور اکثر ائمۃ الحدیث نے اس کا ذکر تک نہیں کیا - مثلاً صحاح ستہ میں اس قصہ کی طرف اشارہ تک نہیں اور درایت تو اسے دُور سے ہی دھکے دیتی ہے - بھلا جس شخص نے اپنی بعثت سے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں بھی ساری عمر بُت پرستی نہ کی ہو حالانکہ اسکی قوم بُت پرست ہو تو کیا عقل اس بات کو قبول کر سکتی ہے کہ اُسوقت جبکہ اللہ تعالیٰ کا صریح حکم اسکے پاس آگیا ہو کہ بُت پرستی کے خلاف آواز اُٹھا اور ایک واحد خدا کی پرستش کا لوگوں کو حکم دے اور ایسا کے مذہب کا بنیاد ہی پھر ہی توحید باری تعالیٰ ہو جس کی وجہ سے وہ دن رات لوگوں کے ساتھ

اس لئے یہ بات برنگ افواہ بہت سے حاشیوں کے ساتھ ملکر مہاجرین حبشہ تک بھی جا پہنچی جو سنتے ہی خوشی کے جوش میں واپس آ گئے۔ لیکن مکہ کے

بقیہ حاشیہ۔ جھگڑتا ہو تو کیا اسوقت وہ قریش کو خوش کرنے کے لئے بُت پرستی کی طرف جھک جائیگا؟ آخر انصاف بھی کوئی شرط ہے۔ ذرا آنحضرت صلعم کی زندگی پر نظر توڈالو کہ کیا کبھی آپؐ نے کفار کو خوش کرنے کی غرض سے کسی حق بات کو چھوڑا؟ کبھی آپؐ نے قریش کو اپنے ساتھ ملانے کی غرض سے مداہنت اختیار کی؟ قرآن تو صریح کہتا ہے ودوا لو تدھن فیدھنون یعنی کفار کو ہمیشہ یہ حسرت ہی رہی کہ تو مداہنت کرے (یعنی ان کی ہاں میں ہاں ملائے) تو یہ بھی سامنے سے مداہنت کریں (اور ظاہر صورت میل ملاپ کی ہو جاوے)" کیا ایسے شخص کی نسبت کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس نے کبھی مداہنت سے کام لیا؟ ❊

اور یہ کہنا کہ چونکہ خود مسلمان اس قصہ کے راوی ہیں اس لئے یہ ضرور سچا ہو گا کیونکہ یہ قرین قیاس نہیں کہ خود مسلمان اپنے نبی کے متعلق ایسی بات بنالیں جس سے اس کی شان میں فرق آتا ہو ایک دجالی دھوکا ہے جس کا پول ذرا سے غور اور تامّل سے کھل جاتا ہے۔ کیونکہ علم حدیث کے جاننے والوں سے یہ بات مخفی نہیں کہ روایات میں بہت کچھ جھوٹ سچ ملا ہوا ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں جن کے تفصیلی بیان کی اسجگہ ضرورت نہیں اسجگہ صرف اتنا یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض لوگ بظاہر مسلمانوں کے اندر ملے جلے رہتے تھے اور در حقیقت ان کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح اسلام اور بانیٔ اسلام کے متعلق جھوٹی روایات گھڑ کر آنحضرت صلعم کی پاک زندگی کو اعتراضات کا نشانہ بنائیں۔ یہ منافقین کا گروہ (جو بعد میں زندیق کے نام سے مشہور ہوا) ابتداء اسلام سے ہی چلا آیا ہے۔ چونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے اندر ملے جلے رہتے تھے اس لئے ان کی شرارتیں کھُلے دشمنوں کی نسبت زیادہ نقصان دہ ثابت ہوئیں اور ان کے ذریعہ سے بہت سی موضوع روایات کا وجود پیدا ہو گیا۔ مگر کبار محدثین نے ان روایات کو ہرگز قبول نہیں کیا بلکہ بڑی بڑی سخت محنت اٹھا کر صحیح احادیث کو موضوعات کے ذخیرہ سے الگ کیا۔ اسلئے ہم دیکھتے ہیں کہ احادیث

پاس پہنچکر پتہ لگا کہ افواہ جھوٹی تھی۔ یہ سُنکر بعض تو واپس چلے گئے مگر بعض چھپ چھپ کر شہر میں داخل ہو گئے۔ لیکن قریش دن بدن سختی اور مظالم میں ترقی کرتے جاتے تھے اس لئے مسلمانوں نے پھر خفیہ خفیہ ہجرت کی تیاری کی اور موقع پا کر نکلتے گئے۔ یہ ہجرت کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ مہاجرین حبشہ کی تعداد ایک سو کے قریب پہنچ گئی اور اکثر مسلمان ہجرت کر گئے۔ اس ہجرت کو بعض مورخین ہجرت حبشہ ثانیہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں ؛

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ سے روایت آتی ہے کہ جب لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تو ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ بھی ہجرت کے ارادہ سے

بقیہ حاشیہ۔ صحیح کی کتب ان بیہودہ روایات سے بالکل پاک ہیں بلکہ جسقدر کسی کتاب کی صحت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر وہ کمزور روایتوں سے پاک ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ کتب احادیث میں سب سے زیادہ معتبر کتاب صحیح بخاری ہے اسکے متعلق لکھا ہے کہ امام بخاری نے اس کیلئے ایک لاکھ حدیث جمع کی تھی لیکن ان میں سے جرح قدح کے بعد اپنی کتاب کیلئے صرف سات ہزار احادیث انتخاب کیں جن میں سے اگر مکرر احادیث نکال دی جاویں تو صرف چار ہزار ہی رہ جاتی ہیں ھ۔ مگر سب لوگ ایسے محتاط نہیں ہوا کرتے چنانچہ بعض محدثین نے بھی احتیاط کے اس درجہ کو اختیار نہیں کیا اور اس طرح ان کی کتب میں بعض کمزور روایات بھی داخل ہو گئیں اور مورخین نے تو عام طور پر بہت ہی بے احتیاطی سے کام لیا کیونکہ انہوں نے محدثین کی طرح (جن کو دینی مسائل کی وجہ سے بہت احتیاط برتنی پڑتی تھی) کد و کاوش کی ضرورت نہیں سمجھی اسلئے عام طور پر جو بھی روایت ان کو مل گئی انہوں نے اپنے شوق میں اسے درج کر دیا اور اس طرح بعض جھوٹے قصے تاریخ کا حصہ بن گئے چنانچہ خود یورپین مورخ بھی اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی تاریخ لکھتے ہوئے اس بات کی بہت احتیاط چاہیئے کہ کوئی غلط بات نہ لکھی جاوے کیونکہ کتب تاریخ میں بہت کچھ جھوٹ سچ بھرا پڑا ہے۔ اور اصولاً وہ اس بات

ھ اس سے اس احتیاط کا پتہ لگتا ہے جو محدثین نے اختیار کی۔

مکّہ سے نکلے اور برک الغماد تک جا پہنچے۔ وہاں آپ کو ابن الدغنہ جو قبیلہ قارۃ کا سردار تھا راستہ میں مل گیا۔ اس نے پوچھا "کہاں جاتے ہو" حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا اخرجنی قومی فارید ان اسیح فی الارض و اعبد ربی یعنی میری قوم نے مجھے مکّہ سے نکال دیا ہے پس مینے ارادہ کیا ہے کہ زمین میں کہیں نکل جاؤں اور اپنے ربّ کی عبادت کروں" ابن الدغنہ نے کہا ابو بکرؓ تیرے جیسے شخص کو تو نہ خود نکلنا چاہیئے اور نہ ہی لوگوں کو چاہیئے کہ تجھے نکالیں

بقیہ حاشیہ۔ کو بھی قبول کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کی زندگی کے متعلق سب سے زیادہ قابل اعتبار کتاب قرآن مجید ہے اور پھر کتب احادیث اور پھر کتب تاریخ۔ مگر تعجب اور افسوس ہے کہ عملاً اس اصول کو بھول جاتے ہیں اور بعض کتب تاریخ کے بیہودہ اور سراپا جھوٹی روایات کی بنا پر آنحضرت صلعم کو اعتراضات کا نشانہ بنا دیتے ہیں۔ حالانکہ ایسی روایت کا قرآن شریف اور احادیث صحیحہ بلکہ بعض کتب تاریخ میں بھی نام و نشان تک نہیں ہوتا بلکہ قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے ان کا صریح بطلان ثابت ہو رہا ہوتا ہے:

پس کتنے افسوس کی بات ہے کہ صرف اس کمزوری اور بودی بنیاد پر کہ مسلمان خود ان باتوں کے راوی ہیں عیسائی مورخ روایت اور درایت کے زرین اصولوں کو بالائے طاق رکھ کر آنحضرت صلعم کے پاک وجود کو اعتراضات کا نشانہ بناتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ اگر صرف مشہور قصوں پر تاریخ کا دارومدار ہو اور ہر سُنی سُنائی بات قابل قبول ہو تو عیسائیت اور اس کے بانی کا تو خاک بھی نہیں رہتا بلکہ خود عیسائیوں کے اقوال سے اس مذہب کی دھجیاں اڑ جاتی ہیں۔ اور عیسائیت پر ہی حصر نہیں بلکہ اس اصول کو مان کر کوئی مذہب بھی امن میں نہیں رہتا اور تاریخ کا علم ایک کھیل بن جاتا ہے:

منہ

.....پس میں تجھے پناہ دیتا ہوں سو واپس لوٹ چل اور اپنے شہر میں اپنے رب کی عبادت کر"۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ واپس لوٹ آئے۔ ابن الدغنہ نے مکہ پہنچکر قریش کو ملامت کی اور کہا کہ کیا تم ایسی ایسی خوبیوں والے شخص کو نکالتے ہو"۔ غرض حضرت ابوبکرؓ مکہ میں ٹھیرے مگر ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا کہ قریش نے ابن الدغنہ کے پاس شکایت کی کہ ابوبکرؓ اونچی آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور اس سے ہماری عورتیں اور بچے فتنہ میں پڑتے ہیں"۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے صحن خانہ میں ایک مسجد بنائی تھی وہیں نماز پڑھتے تھے اور چونکہ نہایت رقیق القلب تھے اس لئے جب قرآن شریف پڑھتے تو ساتھ ساتھ روتے جاتے تھے قریش کی عورتیں اور بچے جو سادہ طبع اور تعصبات مذہبی سے ایک حد تک آزاد تھے یہ نظارہ دیکھتے تو انکے قلوب پر خاص اثر ہوتا۔ اس لئے قریش یہ شکایت لیکر ابن الدغنہ کے پاس گئے۔ ابن الدغنہ نے چونکہ حضرت ابوبکرؓ کے متعلق ذمہ واری لی تھی اس لئے اس نے آپ کو اس سے روکا مگر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "میں یہ نہیں چھوڑ سکتا۔ ہاں تمھاری پناہ سے نکلتا ہوں مجھے میرے اللہ کی پناہ بس ہے"۔

نجاشی کے دربار میں قریش کا ناکام وفد

قریش نے جب مسلمانوں کو اس طرح اپنے ہاتھوں سے صحیح سلامت نکلے جاتے دیکھا تو انکے غضب کی آگ سخت شعلہ زن ہوئی اور انہوں نے ایک وفد تیار کیا جس کے دو ممبر تھے عمرو بن العاص (جو بعد میں مسلمان ہو گئے اور فاتح مصر بنے) اور عبداللہ بن ربیع۔ قریش نے ان کے ساتھ نہ صرف نجاشی بلکہ اسکے تمام درباریوں کے لئے بڑے بڑے گراں قیمت تحفے تیار کئے اور بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ یہ وفد روانہ ہوا۔ حبشہ میں پہنچ کر عمرو بن العاص اور ان کے ساتھی نے پہلے درباریوں کے ساتھ ملاقاتیں کیں اور ان کے سامنے تحفے پیش کئے اور پھر ان کے ذریعہ سے نجاشی کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ اور عمرو بن العاص نے

تحائف پیش کرنے کے بعد نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے چند مجرم وہاں سے بھاگ کر آ گئے ہیں اور انہوں نے وہاں بہت فساد کیا ہے اس لئے ہم کو واپس کیے جاویں"۔ درباریوں نے بھی تائید کی۔ نجاشی نے حکم دیا کہ مسلمان بلوا کر دربار میں پیش کیے جاویں۔ مسلمان آئے تو اس نے کہا کہ تم نے یہ کیا دین اختیار کیا ہے؟ مسلمانوں کی طرف سے حضرت جعفر بن ابی طالب نے جواب میں یوں تقریر شروع کی کہ "اے بادشاہ ہم اک جاہل قوم تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے اور مختلف قسم کے گندوں میں مبتلا تھے۔ اللہ نے ہم پر رحم کیا اور ہمارے اندر ایک رسولؐ مبعوث کیا جس کی امانت اور دیانت کے سب قائل تھے۔ اس نے ہم کو نیکی کی تعلیم دی اور بُت پرستی سے منع کیا اور بُری باتوں سے روکا۔ عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی تعلیم دی اور ہمیں اعلیٰ اخلاق سکھلائے۔ ہم نے اس کی دعوت کو قبول کیا مگر اس کی وجہ سے ہماری قوم ہم پر سخت ناراض ہو گئی اور ہم کو طرح طرح سے تکلیف دی اور اب یہ لوگ یہاں آئے ہیں کہ ہم کو واپس لے جاویں اور ہم کو پھر پہلی گمراہی کی طرف پھیر دیں"۔ نجاشی نے کہا کہ جو کلام تم پر اترا ہے اسکو ذرا پڑھو۔ جعفرؓ نے شروع کیا کھیعص ذکر رحمت ربک عبدہ زکریاہ اذ نادی ربہ نداء خفیا۔ قال رب انی وھن العظم منی واشتعل الرأس شیبا ولم اکن بدعائک رب شقیا۔

نجاشی پر رقت طاری ہو گئی اور اس نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور مسیحؑ کا کلام ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کہکر نجاشی نے قریش کے وفد سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ میں ان کو واپس نہیں کرونگا"۔ مگر قریش کے سفیر اس طرح آسانی کے ساتھ خاموش نہ کیے جا سکتے تھے۔ دوسرے دن عمرو بن العاص نے دربار میں پھر رسائی حاصل کی اور عرض کیا کہ حضور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ حضرت مسیحؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ مسلمانوں کو

دل میں ڈر پیدا ہوا کہ چونکہ ہم مسیحؑ کے ابن اللہ ہونے کے منکر ہیں اسلئے شاید عمرو بن العاص کی یہ چال چل جاوے۔ مگر یہ لوگ تلوار کے سایہ میں بھی حق بات کہنے سے نہ رُکنے والے تھے۔ نجاشی نے پوچھا "تم مسیحؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو۔" جعفرؓ نے صاف عرض کیا "ہمارے اعتقاد کی رو سے مسیح اللہ کا بندہ ہے مگر اس کا رسول اور مقرب ہے"۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور کہا کہ واللہ جو تم نے کہا اس سے مسیح کو میں اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں سمجھتا"۔ نجاشی کا یہ کلام سُنکر دربار کے پادری لوگ سخت برہم ہوئے مگر نجاشی نے ان کی کچھ پروا نہ کی اور قریش کا وفد بے نیل مرام واپس آیا ❊

شعب ابی طالب میں آپ کا محصور ہونا

وفد کے اس طرح خالی ہاتھ واپس آنے سے قریش کے مظالم اور بھی بڑھ گئے اور انہوں نے باقی ماندہ مسلمانوں کو سخت تکالیف دینی شروع کیں۔ لیکن جب یہ تجویز بھی کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے ملکر فیصلہ کیا کہ تمام مسلمانوں اور بنو ہاشم کے ساتھ ہر قسم کے تعلقات قطع کر دیئے جاویں اور ان کو ایک جگہ محصور کر دیا جاوے۔ چنانچہ اس کے لئے تمام قبائل قریش نے ملکر باہم عہد کیا کہ کوئی شخص خاندان بنو ہاشم سے نہ قرابت کریگا اور نہ ان کے ساتھ کسی قسم کا معاملہ کریگا اور نہ ان سے ملیگا اور نہ کوئی چیز ان سے خریدیگا اور نہ ہی فروخت کریگا اور نہ ان کے پاس کوئی کھانے پینے کی چیز جانے دیگا جب تک وہ محمد (صلعم) سے الگ نہ ہو جاویں اور آپ کو ان کے حوالہ نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ باقاعدہ لکھا گیا اور کعبہ پر آویزاں کیا گیا ❊

ابو طالب اور تمام بنو ہاشم آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ صرف ابولہب تھا جس نے اپنے قبیلہ کا ساتھ نہ دیا اور قریش کے ساتھ ہو گیا۔ باقی سب ہاشمی کیا کافر اور کیا مسلمان اس موقعہ پر آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ علاوہ بنو ہاشم کے بنو مطلب نے بھی آنحضرت صلعم کا ساتھ دیا اس طرح گویا قریش کے دو بڑے قبیلے بنو ہاشم اور بنو مطلب اور

❊ شعب کے معنی درہ کے ہیں یعنی دو پہاڑیوں کے درمیانی تنگ جگہ۔ شعب ابی طالب مکہ کا ایک محلہ تھا اور باہر سے اسکو ایک تنگ سا رستہ جاتا تھا۔ منہ

تمام مسلمان قریش سے بالکل منقطع ہو گئے اور شعب ابو طالب میں پناہ گزین ہو گئے اور برابر تین سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ جو سختیاں اور مصائب ان ایام میں ان محصورین کو اٹھانی پڑیں ان کا حال پڑھکر بدن پر لرزہ پڑ جاتا ہے۔ صحابہؓ کا بیان ہے کہ بعض اوقات انہوں نے طلح (ایک درخت کا نام ہے) کے پتے کھا کھا کر گذارا کیا۔ سعد وقاص اکابر صحابہؓ میں سے تھے اور اپنے قبیلہ میں مقتدر تھے ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ان کا بھوک کی وجہ سے یہ حال تھا کہ ایک سوکھا ہوا چمڑا مل گیا تو انہوں نے اسی کو پانی میں نرم اور صاف کیا اور پھر بھون کر کھایا۔ یہ حال بڑوں کا تھا اور بچوں کا تو یہ حال تھا کہ باہر دور دور تک ان کے رونے اور چلانے کی آواز جاتی اور قریش سنکر خوش ہوتے۔ بعض قریش میں سے رحم دل بھی تھے وہ اس دردناک نظارہ کو دیکھتے تو انکا دل رحم سے بھر جاتا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ حکیم بن حزام نے ان تکالیف کو دیکھکر خفیہ خفیہ اپنے غلام کے ہاتھ اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کو کچھ کھانا بھیجا۔ راستہ میں ابو جہل کو معلوم ہو گیا۔ اس کم بخت نے غلام سے کھانا چھین لیا مگر اتفاقاً ایک اور معزز قریش ابوالبختری اسجگہ آنکلا اس نے ابو جہل کو سختی سے کہا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانا بھیجتا ہے تو تم کیوں خواہ مخواہ روکتے ہو؟

اس ظلم سے مسلمانوں کی رہائی

ان تکالیف کو دیکھکر قریش میں سے ایک نیکدل شخص کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس ظلم سے بنو ہاشم اور مسلمانوں کو نجات دی جاوے۔ مگر ساری قوم کا اتفاق تھا اس لئے اکیلا جرأت نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا اس نے خفیہ خفیہ بعض دوسرے نیکدل لوگوں کو اپنے ساتھ ملایا اور اندر ہی اندر پختہ تجویز کر لی کہ اس معاہدہ کو منسوخ کر دیا جاوے۔ چنانچہ یہ لوگ ملکر صحن کعبہ میں گئے اور ان میں سے ایک بولا کہ یہ معاہدہ ظالمانہ ہے لہٰذا چاک کیا جانا چاہیئے۔ ابو جہل سامنے سے بولا ہرگز نہیں اسے کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔" مگر کسی نے جواب دیا کہ نہیں جب یہ لکھا گیا تھا اسوقت بھی ہم راضی نہ تھے اور

اسی تو تکار میں مطعم بن عدی نے ہاتھ بڑھا کر دستاویز چاک کر دی۔ اور پھر یہ لوگ ہتھیار لگا کر شعب ابو طالب میں گئے اور تلواروں کے سایہ کے نیچے محصورین کو باہر نکال لائے۔ یہ واقعہ بعثت نبوی کے دسویں سال کا ہے گویا حضرت شعب ابو طالب میں اپنی بعثت کے ساتویں سال محصور ہوئے اور دسویں سال نکلے ؏

قبائل کے دورہ کا آغاز

محصور ہونے کے زمانہ میں بھی آنحضرت صلعم فارغ نہ تھے۔ اشہر حرم میں جب کہ امن ہوتا تھا آپ حج میں آنیوالے قبائل کا دورہ کرتے اور عکاظ اور مجنۃ اور ذو المجاز وغیرہ جگہوں میں جہاں عرب کے دور دراز حصوں سے لوگ جمع ہوتے تھے جلتے اور اسلام کی تبلیغ کرتے۔ مگر ابو لہب عموماً ہر جگہ آپ کے ساتھ جاتا تھا اور جب آپ تقریر کر چکتے تو وہ لوگوں سے مخاطب ہو کر کہتا کہ اسکی بات نہ مانو کیونکہ یہ اپنے دین سے پھر گیا ہے۔ لوگ جب یہ دیکھتے کہ اس کی اپنی قوم کے آدمی اسے جھوٹا کہتے ہیں تو وہ پھر بھی آپ پر ہنسی مذاق کرتے اور بات ٹال دیتے۔ آپ نے اس طرح کئی قبائل کا دورہ کیا مگر کہیں بھی کامیابی کی امید نہ بندھی ؏

ابو طالب اور خدیجہؓ کی وفات

شعب ابو طالب سے جب آپ نکل آئے تو آپ کو پے در پے دو نہایت شدید صدمے پہنچے یعنی اول تو ابو طالب کا انتقال ہو گیا۔ ابو طالب چونکہ ہمیشہ قریش کے مقابلہ میں آنحضرتؐ کے حامی اور محافظ رہے تھے لہذا ان کی وفات سے آپ کی پوزیشن بہت زیادہ نازک ہو گئی۔ لکھا ہے کہ مرض الموت میں آنحضرتؐ ان کی عیادت کو گئے تو وہاں ابو جہل وغیرہ بعض سرداران قریش بیٹھے تھے۔ ابو طالب کے پاس ایک جگہ خالی تھی ابو جہل اُٹھکر وہاں بیٹھ گیا تا آنحضرتؐ وہاں نہ جا بیٹھیں۔ آنحضرتؐ نے ابو طالب کو اسلام کی طرف دعوت کی اور کہا "چچا تم صرف کلمہ شہادت پڑھ دو میں قیامت کے دن تمہاری شفاعت کرونگا" مگر ابو طالب نے جواب میں کہا کہ

میں ایسا کرتا تو قریش کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا پس میں عبدالمطلب ہی کے مذہب پر مرتا ہوں " آنحضرتؐ نہایت دردمند ہو کر وہاں سے اُٹھے اور کہا کہ اچھا میں اپنے رب سے تمہارے لئے مغفرت کی دعا کرونگا حتیٰ کہ میں اس سے روک نہ دیا جاؤں " آنحضرتؐ کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ ابو طالب کی عمر اسوقت اسّی سے اوپر تھی ‌‌‌۔

ابو طالب کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد یعنی رمضان سنلہ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کا بھی انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہ مقام حجون میں دفن کی گئی چونکہ نماز جنازہ اسوقت تک شروع نہیں ہوئی تھی اس لئے نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی۔ خدیجہؓ کی عمر اسوقت ۶۵ سال کی تھی ۔

حضرت خدیجہ نے بڑی تکلیف اور دکھ کی گھڑیوں میں آنحضرتؐ کا ساتھ دیا تھا اور ان کو آپؐ سے بہت محبت تھی اور آپؐ کو ان سے بہت محبت تھی آنحضرتؐ کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ وفات کے بعد جب کبھی ان کا ذکر آتا تو آپؐ کی آنکھیں ڈبڈبا آتیں۔ باہر سے کوئی چیز تحفۃً آتی تو خدیجہؓ کی سہیلیوں کو ضرور حصہ بھیجتے۔ جنگ بدر میں حضرتؐ کے داماد ابو العاص جو ابھی تک اسلام نہ لائے تھے قید ہو کر آئے تو زینبؓ نے جو ابھی تک مکہ میں ہی تھیں ان کے فدیہ کے طور پر اپنے گلے کا ہار اتار کر بھیجا۔ یہ وہ ہار تھا جو حضرت خدیجہؓ نے زینب کو جہیز میں دیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے اس ہار کو دیکھا تو مرحومہ خدیجہ یاد آ گئی اور آپؐ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ صحابہؓ سے فرمایا اگر چاہو تو خدیجہؓ کی یہ یادگار اس کی بیٹی کو واپس کر دو۔ انہیں اشارہ کی دیر تھی فوراً ہار واپس کر دیا ۔

حضرت خدیجہ اور ابو طالب بن عبدالمطلب کی وفات کے بعد قریش بہت دلیر ہو گئے اور انہوں نے آنحضرت صلعم کو سخت تکالیف پہنچانی شروع کیں چنانچہ اسی زمانہ کے متعلق ایک روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ آپ راستہ میں چلے جاتے

آپکی اولاد سے محبت

تھے کہ ایک شریر نے آپؐ کے سر پر خاک ڈال دی اسی حالت میں آپؐ گھر تشریف لائے۔ آپؐ کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لیکر آئیں اور آپؐ کا سر دھویا۔ لکھا ہے کہ وہ سر بھی دھوتی جاتی تھیں اور فرط محبت سے زار زار روتی بھی جاتی تھیں۔ مگر آنحضرت صلعم نے تسلّی دی اور فرمایا "بیٹی رو نہیں اللہ تعالیٰ تیرے باپ کی حفاظت کریگا"۔ اس سے اس دلی محبت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلعم کی اولاد کو آپؐ سے اور آپؐ کو

سفر طائف مکّہ والوں سے انکار پر اصرار دیکھا اور ان کی مخالفت کو ترقی کرتے ہوئے پایا تو آنحضرتؐ نے ارادہ فرمایا کہ طائف جو مکّہ سے تین منزل پر ایک مشہور مقام ہے اور اسوقت زیادہ تر بنو ثقیف سے آباد تھا وہاں جاکر دعوت اسلام دیں۔ کعبہ کی خصوصیت کو الگ رکھکر دیکھیں تو طائف گویا مکّہ کا ہم پایہ تھا اور اس میں بڑے بڑے صاحب اثر اور امیر لوگ آباد تھے اور خود مکّہ والوں کو اس کا اقرار تھا چنانچہ یہ مکّہ والوں کا ہی قول ہے کہ لولا نزل ھٰذا القراٰن علیٰ رجل من القریتین عظیم یعنی قرآن مکّہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اترا۔ غرض آنحضرت صلعم تبلیغ کی غرض سے شوال سنلہ نبوی میں طائف تشریف لے گئے۔ زید بن حارثہ آپؐ کے ساتھ تھے۔ وہاں جاکر آپؐ نے وہاں کے سربرآوردہ لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا مگر اس شہر کی قسمت میں بھی مکّہ کی طرح اسوقت اسلام لانا مقدر نہ تھا۔ ان لوگوں نے نہ صرف اسلام لانے سے انکار کیا بلکہ شہر کے بدمعاش اور آوارہ لوگوں کو آپؐ کے پیچھے ڈال دیا۔ جب آنحضرتؐ شہر سے نکلے تو یہ لوگ شور کرتے ہوئے آپؐ کے پیچھے ہو لئے اور آپؐ پر پتھر برسانے شروع کیئے جن سے آپؐ کا سارا بدن زخمی ہو گیا اور آپؐ خون میں تر بتر ہو گئے۔ زید نے آپؐ کو بچانا چاہا مگر اس کوشش میں وہ خود زخمی ہوا۔ برابر تین میل تک اسی طرح آنحضرت صلعم بھاگے آئے اور یہ لوگ آپؐ کے ساتھ ساتھ آپؐ پر پتھر برساتے آئے۔ آنحضرت صلعم نے اسکے متعلق بعد میں فرمایا "میں تین میل تک بھاگا آیا اور مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ

کہاں سے آیا ہوں اور کدھر جاتا ہوں"۔

طائف سے تین میل کے فاصلہ پر عتبہ بن ربیعہ کا ایک باغ تھا اسمیں آنحضرت صلعم نے آکر پناہ لی۔ اور نہایت عاجزی کے ساتھ ذات باری تعالیٰ کے حضور یوں عرض پرداز ہوئے اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین وانت ربی الخ یعنی اے میرے اللہ میں اپنے ضعف اور اپنی تدبیر کی قلت اور لوگوں کے مقابلہ میں اپنی کمزوری کی شکایت تیرے پاس ہی کرتا ہوں۔ اے تمام رحم کرنے والوں سے بڑھکر رحم کرنیوالے تو کمزوروں کا خبر گیر ہے اور تو ہی میرا بھی خبر گیر ہے الخ"

عتبہ اور اس کا بھائی شیبہ جو ہر دو مکہ کے ائمۃ الکفر تھے اسوقت اسی باغ میں موجود تھے۔ انہوں نے آنحضرت کو اس حال میں دیکھا تو اپنے عیسائی غلام عداس کے ہاتھ ایک کشتی میں انگور رکھکر آپ کے پاس بھجوائے جو آپ نے کھائے۔ عداس نے حضرت کی باتیں سنیں اور ایمان لایا جب وہ واپس گیا تو عتبہ اور شیبہ نے اس سے پوچھا کہ تم کیوں اس شخص کے ساتھ اس طرح اخلاص سے ملتے تھے اس نے کہا کہ یہ اللہ نبی ہے۔ مگر انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ اپنے دین سے پھر گیا ہوا ہے اور تیرا دین اس کے دین سے بہتر ہے"۔

کچھ دیر آنحضرت نے وہاں آرام کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور مقام نخلہ میں پہنچے جو مکہ سے قریباً ایک منزل کی راہ ہے اور وہاں چند روز قیام کیا۔ لکھا ہے کہ آپ نخلہ میں ایک رات عبادت الٰہی میں مصروف تھے کہ آپ کے پاس ایک جنوں کا گروہ آیا یعنی کشفی حالت میں اور آپ نے انہیں کلام الٰہی سنایا اور وہ مسلمان ہوگئے اس واقعہ کا ذکر قرآن شریف سورۃ جن میں بھی آتا ہے اس جگہ ممکن ہے جنوں سے جن ہی مراد ہوں ہمیں اس سے انکار نہیں مگر قرائن ایسے ہیں کہ اسجگہ جنوں سے مراد بڑے بڑے لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ گویا یہ اللہ تعالےٰ

کی طرف سے تسلّی تھی کہ اگر طائف اور مکّہ والے اب نہیں ملتے تو کوئی ڈر اور گھبراہٹ کی بات نہیں کیونکہ ایک وقت آتا ہے کہ بڑے بڑے لوگ تیرے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔

نخلہ سے روانہ ہوکر آپ حراؑ آئے جو مکّہ کے قریب ہے اور وہاں سے مطعم بن عدی کو جو قریش مکّہ میں ایک اچھی ممتاز حیثیت رکھتا تھا قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ میں مکّہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے اپنی پناہ میں لیکر داخل کر سکتے ہو۔ مطعم پکّا کافر تھا مگر طبیعت میں کچھ شرافت تھی علاوہ ازیں ایسی حالت میں انکار عرب کی فطرت کے خلاف تھا۔ اس لئے اس نے اپنے بیٹوں کو ساتھ لیا اور وہ اور اسکے بیٹے برہنہ تلواریں ہاتھوں میں لیکر کعبہ کے پاس کھڑے ہو گئے اور آنحضرتؐ کو کہلا بھیجا کہ تشریف لے آئیں۔ آنحضرت صلعم آئے اور کعبہ کا طواف کیا اور وہاں سے مطعم اور اسکی اولاد کے ساتھ تلواروں کے سایہ کے نیچے اپنے گھر داخل ہوئے۔

حدیث میں ایک روایت آتی ہے کہ ایک دفعہ ہجرت کے کئی سال بعد حضرت عائشہؓ نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو کبھی جنگ احد والے دن سے بھی زیادہ تکلیف پہنچی ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا "عائشہ مجھے تیری قوم کی طرف سے بڑی بڑی تکالیف پہنچی ہے۔ اور سب سے زیادہ اس دن پہنچی تھی جب میں نے عبد یالیل (طائف کے ایک رئیس کا نام تھا) کو اسلام کی دعوت دی" پھر آپ نے اپنے واپسی سفر طائف کا ذکر فرمایا۔ اسی روایت میں آنحضرت صلعم آگے چلکر یہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جب آپ طائف سے واپس مکّہ کی طرف آرہے تھے تو پہاڑ کا فرشتہ آپؐ کے پاس آیا اور کہا کہ اگر آپ چاہیں تو یہ پہاڑ اٹھا کر اہل طائف پہ گرا دوں اور ان کا تختہ الٹ دوں" آنحضرتؐ نے فرمایا "نہیں میں ایسا نہیں چاہتا بلکہ امید کرتا ہوں کہ اللہ انہی میں سے وہ لوگ پیدا کریگا جو اسلام لائینگے"

اللہ اللہ رحمت کا کیا عالم تھا۔ پتھر برس رہے ہیں مگر منہ سے دعا ہی نکلتی ہے۔

ؑ حراء ایک پہاڑ کا نام ہے جو مکّہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ غار حرا اسی پہاڑ کی ایک غار ہے۔ منہ

آنحضرت صلعم کا سودہ بنت زمعہ اور عائشہ بنت ابوبکرؓ کے ساتھ نکاح

نکاح کرنا اسلام میں فرض ہے اور تجرد سے منع کیا گیا ہے چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "النکاح من سنتي فمن رغب عن سنتي فليس مني" یعنی شادی کرنا میری سنت ہے اور جو میری سنت سے علیحدگی اختیار کرتا ہے وہ مجھ میں سے نہیں ہے" چونکہ آنحضرت صلعم کی زوجہ محترمہ خدیجہؓ وفات پا چکی تھیں اسلئے آنحضرت صلعم نے دوسری شادی کی تجویز کی چنانچہ خدیجہؓ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد آپؐ نے **سودہ بنت زمعہ** سے شادی کر لی۔ سودہ رضؓ سکران بن عمروؓ کی بیوہ تھیں جو صحابی تھے اور فوت ہو چکے تھے۔ شادی کے وقت سودہ رضؓ کی عمر خاصی بڑی تھی ؛

سودہ رضؓ کے نکاح کے کچھ عرصہ بعد آنحضرت صلعم کی **عائشہ بنت حضرت ابوبکر** رضؓ سے بھی شادی ہوئی جن کی عمر اسوقت چھ سات سال کی تھی۔ مگر حضرت عائشہ کا رخصتانہ ہجرت کے بعد ہوا جب کہ ان کی عمر نو سال کی تھی۔ ان ہر دو نکاحوں کے وقت آنحضرتؐ کی عمر پچاس سے اوپر تھی ؛

اسلام طفیل بن عمرو دوسی

اسی زمانہ کے متعلق ایک شخص کے اسلام لانے کے متعلق ایک روایت آتی ہے جو دلچسپی سے خالی نہ ہوگی۔ طفیل بن عمرو قبیلہ دوس کا ایک نہایت معزز رئیس تھا اور شاعر بھی تھا۔ وہ کسی تقریب پر مکہ آنکلا۔ قریش نے جب اسے دیکھا تو فکر پیدا ہوئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ محمد (صلعم) سے ملے اور مسلمان ہو جاوے۔ اسلئے وہ اسکے پاس گئے اور اس سے کہا کہ اے ابالطفیل تو ہمارے شہر میں آیا ہے اس حال میں کہ یہاں ایک شخص نے فتنہ ڈال رکھا ہے اور ہمارے درمیان سخت تفرقہ کا موجب ہو رہا ہے۔ ہم کو ڈر ہے کہ تو اسکی باتیں سنے اور متاثر ہو جاوے اسلئے ہم تجھے پہلے سے ہوشیار کیئے دیتے ہیں کہ بچکر رہنا۔ طفیل روایت کرتے ہیں کہ میں نے

قریش کی بات کا یقین کر لیا اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے اپنے کانوں میں روئی ڈال لی تا ایسا نہ ہو کہ اچانک کوئی بات میرے کان میں پڑ جاوے اور میں فتنہ میں پڑ جاؤں۔ اسی حالت میں مَیں مسجد حرام کے پاس گیا تو مَیں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلعم نماز پڑھ رہے ہیں اور قرآن شریف تلاوت فرما رہے ہیں۔ مَیں یہ نظارہ دیکھ کر آپؐ کے قریب جا کھڑا ہوا اور اللہ کی قدرت ایسی ہوئی کہ کچھ نہ کچھ آواز میرے کانوں میں پہنچ گئی جو مجھے بھلی معلوم ہوئی اور مَیں نے دل میں کہا میری ماں مجھے کھوئے (یعنی مَیں مر جاؤں)، مَیں ایک سمجھدار شخص ہوں اور خیر و شر میں فرق کر سکتا ہوں۔ پس کیا حرج ہے اگر مَیں اس کی بات سُن لوں۔ اگر وہ اچھی ہوئی تو مان لونگا اور اگر بُری ہوئی تو انکار کر دونگا۔ یہ خیال آنا تھا کہ مَیں نے کانوں سے روئی نکال پھینکی اور جب رسول اللہ نماز ختم کر چکے اور گھر کی طرف لوٹے تو مَیں ساتھ ہو لیا اور مَیں نے آنحضرتؐ سے سارا ماجرا سنایا اور عرض کی کہ مجھے آپؐ اپنی باتیں سنائیں۔ آنحضرتؐ نے مجھے کلام الٰہی سُنایا اور توحید کا وعظ کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ مَیں وہیں مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد مَیں نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ مَیں اب واپس جاتا ہوں۔ اور مَیں اپنے قبیلے میں ممتاز حیثیت رکھتا ہوں اور لوگ میری بات مانتے ہیں پس آپ دعا کریں کہ میرے ذریعہ اللہ ان کو اسلام کی طرف ہدایت دے" آنحضرت صلعم نے اجازت دی اور دعا فرمائی۔ جب طفیل اپنے قبیلہ میں پہنچے تو انہوں نے پہلے جاتے ہی اپنے والد اور اپنی بیوی کو تبلیغ کی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے اپنے قبیلہ والوں کو اسلام کی طرف بلایا مگر انہوں نے انکار کیا اور نہ مانا۔ طفیل روایت کرتے ہیں کہ پھر مَیں رسول اللہ صلعم کے پاس گیا اور عرض کیا "یا رسول اللہ میری قوم نے تو انکار کر دیا بلکہ کچھ سختی بھی کی آپ اللہ کے حضور ان کے لئے بد دعا کریں" آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا "اے اللہ تو قبیلہ دوس کو ہدایت دے" طفیل کہتے ہیں کہ

میں پھر اپنے قبیلہ کی طرف گیا اور ان میں تبلیغ کرتا رہا یہاں تک کہ آنحضرت صلعم نے مکہ سے ہجرت کی اور جنگ بدر اور احد اور خندق ہو چکیں تب جا کر میری قوم نے اسلام قبول کیا۔ اسکے بعد میں ان میں سے قریباً ستر خاندانوں کے ساتھ مدینہ ہجرت کر آیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب آنحضرت جنگ خیبر میں مصروف تھے" لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرۃ (جو قبیلہ دوس سے تھے) انہی لوگوں میں آئے تھے۔

معراج اسی سال یعنی سنہ نبوی میں اسرا اور معراج کے مشہور واقعات پیش آئے۔ ان واقعات نے اسلامی لٹریچر میں ایسی اہمیت حاصل کی ہے کہ کئی مستقل کتابیں انپر لکھی گئی۔ میںنے ان واقعات کے متعلق قرآن شریف اور مستقل کتب احادیث کے علاوہ زرقانی شرح مواہب الدنیہ کا مطالعہ کیا ہے جس نے اس بحث پر ڈیڑھ سو سے زائد صفحہ لکھا ہے۔ علماء نے اس بحث میں یہ چند سوالات خصوصیت کے ساتھ زیر نظر رکھے ہیں۔

(۱) اسرا اور معراج ایک ہی واقعہ کے دو حصوں کا نام ہے یا یہ الگ الگ واقعات ہیں۔
(۲) اسرا اور معراج ایک ایک دفعہ ہوئے تھے یا زیادہ دفعہ۔
(۳) خواب کی حالت میں ہوئے تھے یا عالم بیداری میں۔
(۴) جسد و روح دونوں کے ساتھ ہوئے تھے یا صرف روح کے ساتھ۔
(۵) کس سنہ اور کس ماہ میں ہوئے تھے؟

ان سوالات کے جواب میں اسقدر طول طویل بحثیں ہوئی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اور اسقدر اختلافات نکالے گئے ہیں کہ کوئی حد نہیں مگر ہمیں اس بحث میں پڑنے کی قطعاً ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں اپنے اس مضمون کو اس قسم کی بحثوں اور مناظرانہ طرز سے الگ رکھنا چاہتا ہوں۔ اسلئے میں صرف چند مختصر الفاظ میں یہ بیان کر دونگا کہ محققین کے نزدیک واقعات اسرا اور معراج سے کیا مراد ہے اور ان کی کیا حقیقت اور غرض ہے فقط۔

سنہ نبوی کے ماہ رمضان میں آنحضرت صلعم ایک رات کعبہ کے چھوڑے ہوئے حصہ

یعنی حطیم (حجر) میں سو رہے تھے کہ ایک ربانی رسول آپ کے پاس آیا اور اس نے آپ کا سینہ چاک کیا اور آپ کے دل کو باہر نکال کر زمزم کے مصفا پانی سے دھویا اور پھر اسے اسکی جگہ پر رکھدیا۔ اسکے بعد وہ ایک سواری لایا جو خچر سے چھوٹی اور گدھے سے بڑی تھی اور اسپر آنحضرت صلعم کو سوار کیا اور آپ کو لیکر بیت المقدس (واقعہ ملک شام) کی مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچکر آپ نے نماز ادا کی اور پھر وہاں سے آپ اسی فرشتہ کے ساتھ آسمانوں کی سیر کے لئے اوپر اٹھائے گئے۔ اور ساتوں آسمانوں میں سے یکے بعد دیگرے گذرے اور ان آسمانوں میں آپ کی بعض گذشتہ انبیاء مثلاً حضرت ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ وغیرہم علیہم السلام سے ملاقات بھی ہوئی جو حسب مراتب مختلف آسمانوں میں جاگزین تھے۔ انسے ملاقات کرتے ہوئے آپ ساتوں آسمانوں سے گذر گئے اور وہاں پہنچے جہاں ابھی تک کسی بشر کا گذر نہیں ہوا تھا۔ بالآخر ذات باری تعالیٰ کے سامنے پیش ہوئے اور یہ تمام مراحل طے کرکے اور جناب باری تعالیٰ کی طرف سے فرائض نماز کے متعلق احکامات لیکر پھر لوٹے۔ واپسی پر جب پھر حضرت موسیٰ ع پر سے گذر ہوا تو حضرت موسیٰ ع نے کہا کہ آپ کی اُمت پر کتنی نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا پچاس۔ حضرت موسیٰ ع نے کہا آپ واپس خدا کے پاس جائیں اور اس میں تخفیف کروائیں کیونکہ اتنی نمازیں آپ کی اُمت ہرگز ادا نہیں کر سکیگی۔ میں اس معاملہ میں صاحب تجربہ ہوں اور بنی اسرائیل کا حال دیکھ چکا ہوں۔" حضرت واپس گئے اور کچھ تخفیف کروالائے مگر حضرت موسیٰ ع نے پھر واپس کیا۔ غرض اس طرح آنحضرت صلعم نے کئی چکر لگائے اور آخر پچاس سے پانچ تک تخفیف ہوگئی مگر حضرت موسیٰ ع نے اب بھی مزید تخفیف کا مشورہ دیا لیکن آنحضرت صلعم نے فرمایا اب تو واپس جاتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے" غرض آنحضرت آسمانوں پر سے اسی طرح واپس گذرتے ہوئے پھر زمین کی طرف اُترے۔ اور معراج ختم ہوا۔ اس معراج کا وہ حصہ جو مسجد اقصیٰ تک کے سفر کے متعلق ہے اسرا کہلاتا ہے اور قرآن شریف

میں صراحت کے ساتھ صرف اسی حصہ کا ذکر ہے چنانچہ فرمایا سبحان الذی اسرٰی بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ اگلے حصہ کا اس طرح پر ذکر موجود نہیں ؛

یہ تو مجملاً معراج کے واقعات کی کیفیت ہے۔ اب یہ سوال رہا کہ معراج کسی حالت میں ہوا اور اس سے کیا مراد تھا؟ سو اسکے متعلق یاد رکھنا چاہیئے کہ سچی بات یہی ہے کہ اسرا اور معراج اس ظاہری جسم یعنی جسد عنصری کے ساتھ نہیں ہوئے بلکہ جیسا کہ کشوف وغیرہ میں ایک خاص قسم کا لطیف جسم اہل اللہ کو عطا کیا جاتا ہے ویسا جسم آنحضرتؐ کو اسوقت دیا گیا اور اسی جسم کے ساتھ آنحضرتؐ نے یہ شبانی سفر پورا کیا۔ ورنہ آپؐ کا ظاہری جسم اپنی جگہ پر ہی رہا اور وہاں سے الگ نہیں ہوا جیسا کہ حضرت عائشہؓ کے الفاظ ما فقد جسدہٗ سے ظاہر ہے۔ گویا معراج اور اسرا کا تمام واقعہ ایک عظیم الشان کشفی نظارہ تھا جو آنحضرتؐ کو دکھایا گیا۔ اب رہی یہ بات کہ اس سے کیا مراد تھا اور کیوں باوجود اسکے کہ یہ صرف ایک کشفی نظارہ تھا اسے اسقدر اہمیت حاصل ہوگئی اور یہ ایسی عظمت کے ساتھ دیکھا جانے لگا اور مسلمانوں کے لئے جائے فخر سمجھا گیا سو اس کے متعلق جاننا چاہیئے کہ اصل عظمت اور شان تو کسی چیز کے نتائج اور اثرات ہوتی ہے اور اس لحاظ سے معراج باوجود صرف ایک کشفی نظارہ ہونے کے واقعی ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہے کیونکہ اس میں آنحضرتؐ صلعم کو آپؐ کی بے نظیر آئندہ ترقیات کا ایک فوٹو دکھایا گیا اور آپؐ کی شان ارفع کو دنیا پر ظاہر کیا گیا۔ کیونکہ عالم کشف میں آسمانوں کی سیر ایک خاص معنی رکھتی ہے اور ہر آسمان کے لحاظ اس معنی میں ایک خاص تبدیلی آتی جاتی ہے گویا کہ آپ کا تمام آسمانوں سے گذر کر آگے نکل جانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ وہ عظیم الشان ترقیات جو عالم کشف میں ہر آسمان کے ساتھ متعلق ہیں

آپؐ کو ملیں گی۔ اس تصویری زبان کی طرف خود واقعہ معراج کے اندر بھی بعض اشارے پائے جاتے ہیں مثلاً شروع میں ہی فرشتہ کا آکر آنحضرتؐ کا سینہ چاک کرنا اور دل نکالکر دھونا اور پھر اسکو اپنی جگہ پر رکھدینا صریح اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپؐ تمام کمزوریوں اور الائیشوں سے پاک کردیئے گئے ہیں نہ یہ کہ واقعی خدانخواستہ سچ مچ آپؐ کا سینہ چاک کردیا گیا تھا اور دل باہر نکال لیا گیا تھا نعوذ باللہ من ذالک۔

پھر جب معراج میں ایک موقعہ پر آپؐ کے سامنے **شراب** اور **شہد** اور **دودھ** پیش کیئے گئے تو آپؐ نے دودھ کو اختیار کیا جس پر جبرائیل نے کہا کہ مبارک ہو آپنے اصل فطرت کو اختیار کیاہے کیونکہ عالم رؤیا میں دودھ سے صحیح فطری علم مراد ہوتا ہے یا مثلاً جب آپؐ حضرت موسیٰؑ سے آگے گذرے تو لکھا ہے کہ موسیٰؑ رو پڑے اور کہنے لگے کہ میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ لڑکا مجھ سے بھی آگے نکل جاوے گا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر یہ جسمانی تجاوز ہوتا تو حضرت موسیٰ کے لئے کوئی غیرت کی بات نہ تھی کیونکہ جسمانی طور پر تو ایک وزیر سے ایک چوب بردار کو بھی زیادہ قرب حاصل ہوتاہے مگر موسیٰؑ سمجھتے تھے کہ یہ آگے گذرنا کوئی معمولی گذرنا نہیں بلکہ عالم کشف والا نظارہ ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلعم مراتب سلوک میں ان سے آگے نکلے جارہے ہیں ؛

علاوہ ازیں آسمانوں کی سیر سے عالم رؤیا میں بادشاہت اور سلطنت بھی مراد ہے تو گویا آپؐ کا سب آسمانوں پر سے گذر جانا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپؐ کو ایک عظیم الشان سلطنت دی جاویگی۔ غرض یہ وہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے معراج ایک خاص شان اور عظمت رکھتاہے ورنہ آسمانوں کے ظاہری سفر میں آپؐ کی نہ تو کوئی اتنی شان ہے اور نہ ہی کیسی ترقیات کی

طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر ایک بشر کا چلا جانا سنّت اللہ کے خلاف ہے اور قرآن شریف صریح طور فرماتا ہے کہ کوئی بشر آسمان پر بجسم عنصری نہیں جا سکتا چنانچہ جب کفار مکّہ نے آنحضرت صلعم سے یہ معجزہ طلب کیا کہ آپ آسمان پر چڑھکر ان کو دکھادیں تب وہ آپ کو مان لینگے تو ذات باری تعالیٰ کی طرف سے آپ کو یہی ارشاد ہوا قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا یعنی تو ان کو جواب دے کہ پاک ہے ربّ میرا میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں"

خلاصہ کلام یہ کہ جو شان عالم کشفی میں معراج کی ہے اس کے مقابلہ میں ظاہری معراج کی کچھ بھی شان نہیں کیونکہ ظاہری معراج کے تو صرف یہ معنی ہیں کہ نبی کریمؐ آسمانوں پر گئے اور نماز کا حکم لیکر واپس آگئے۔ لیکن کشفی معراج کی یہ شان ہے کہ اس سے آپؐ کی آئندہ بے نظیر روحانی وجسمانی ترقیات کی طرف اشارہ ہے اور اس کے اندر ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو اپنے وقت پر پوری ہوئی۔ اللّٰھم صل علی محمدؐ وعلےٰ آل محمدؐ وبارک وسلم ؁

(باقی آئندہ)

اطلاع

چونکہ پچھلے ایام میں ریلوں کی بدنظمی اور آمد و رفت کے بند ہو جانے کی وجہ سے پریس کا مصالحہ وغیرہ وقت پر نہیں مل سکا اس لئے پچھلے رسالہ کے شائع ہونے میں کچھ دیر ہو گئی جس کی وجہ سے یہ رسالہ بھی اگر پورا چھاپا جاوے تو لیٹ ہوتا ہے اسلئے یہ رسالہ صرف چوبیس صفحے کا شائع کیا جاتا ہے امید ہے ناظرین معاف رکھینگے ؁

منیجر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

از دفتر ریویو آف ریلیجنز - قادیان دارالامان -

مکرّم بندہ - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -

میرا خیال ہے کہ آپ کی انجمن کے تمام ممبروں کو اب تک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی اطلاع نہیں جو ان الفاظ میں ہے :-

"اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت کے بند ہو گیا تو یہ واقعہ اس سلسلہ کیلئے ایک ماتم ہوگا" وغیرہ وغیرہ

چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہر ایک ارشاد کی تعمیل تمام احمدیوں کا پہلا فرض ہے مجھے یقین ہے آپ خود اسے تمام ممبروں کو سنا ئینگے اور حضرت اقدسؑ کے ارشاد کے مطابق خود بھی رسالہ کی اشاعت میں پورا حصہ لینگے اور دوسرے احمدی احباب کو بھی جو آپ کے قریب ہوں اور ابتک رسالہ کے خریدار نہیں ہوئے - اس ارشاد کی اطلاع دیکر اس کا اجر اللہ تعالیٰ سے لینگے - اُردو رسالہ کی قیمت عہ؎ سالانہ اور انگریزی کی صہ سالانہ ہے جو رسالہ کے اجراء کے وقت پیشگی وصول ہونی ضروری ہے - یا پہلا پرچہ قیمت مذکور میں وی پی بھیجا جاسکتا ہے ؛

نوٹ :- اگر کسی بھائی کو رسالہ کی پوری قیمت دینے کی طاقت نہ ہو (اگرچہ عہ؎ سالانہ کوئی بڑی رقم نہیں) تو ایک دوسرے سے ملکر ایک ایک رسالہ خریدیں مگر کسی بھائی کو اس کارخیر سے علیحدہ نہیں رہنا چاہیئے ؛

آپکے جواب کا منتظر ہیڈ کلرک میگزین

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۲۷

وقت پر صلاح

جو دوست ہوتے ہیں وہ خطرہ سے بچنے کے لئے وقت سے پہلے نیک صلاح دیتے ہیں

ہیضہ کی مجرب دوا

ڈاکٹر ایس کے برمن کی یہ صلاح ہے کہ موسم گرما آگیا ہے۔ اس موسم میں کھانے پینے رہنے کے باعث ہیضہ ہونیکا خوف رہتا ہے اس سے بچنے کیلئے پہلے ہی ایک شیشی اصلی عرق کافور منگوا کر اپنے گھر میں ڈال رکھیں۔ جس سے اپنے یا اپنے پڑوسیوں کی وقت پر حفاظت کر سکیں۔ یہ اصلی عرق کافور عرصہ ۳۶ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں جاری ہے یہ عرق گرمی کے دست پیٹ کے درد متلی کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے قیمت فی شیشی ۴؍ محصولڈاک ایک سے ۲ شیشی تک ۵؍

کلورڈ ڈائن

یہ انگریزوں کی خانگی دوا ہے۔ ریاحی درد۔ مروڑہ۔ خواہ کسی وجہ سے ہو اس کی ایک دو خوراک سے رفع ہوتا ہے۔ اسہال۔ آنوں کے دست پیچش کے لئے یہ نہایت مفید ہے۔ ڈاکٹر برمن نے انگلینڈ کے نامی دواخانہ سے بنوائی ہے اسلئے دیگر قیمتی کلورڈ ڈائن سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ قیمت فی شیشی ۶؍ محصولڈاک ۵؍۔

چھ مشہور دواؤں کا بکس

ڈاکٹر ایس کے برمن کی مجربات دوائیں گذشتہ ۳۶ چھتیس سال سے تمام ہندوستان میں استعمال ہو رہی ہیں اسلئے قدیم خریداروں کو مخاطب کرنے کی ضرورت نہیں صرف نئے اصحاب کے لئے یہ مندرجہ ذیل چھ مشہور اور مجرب ادویات کے (نمونہ کا بکس) بنا ہے جسمیں اسقدر کافی ہر ایک ادویہ ہیں کہ آزمائش پوری طور سے ہو سکتی ہے۔ یہ پیٹنٹ شیشیوں میں بھری ہوئی خوبصورت کاغذ کے بکس میں بند رہتی ہیں جنکے ساتھ انکے حالات کی چھپی ہوئی کتاب اور استعمال کی ترکیب بھی رہتی ہے۔ (دواؤں کے نام) دمہ کی دوا۔ کولاٹانک۔ مقوی باہ کی گولیاں۔ عرق کافور۔ جلاب کی گولیاں۔ عرق پودینہ سبز۔ قیمت عہ؍ محصول ۱۲؍

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵و۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

(مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب پرنٹر و پبلشر چھپکر صدر انجمن احمدیہ کیلئے شائع ہوا)